© rasailojaraid.com

گلاب لمحوں کا ساتھی

پروفیسر منیر احمد ابنِ رزمیؔ ☆

برگد کے نیچے عموماً کچھ نہیں اُگتا۔ اِسی طرح بڑے نامور لوگوں کے خاندان میں پھر کوئی نامور جنم نہیں لیتا۔ اکثر چھوٹے رہ جانے والے اپنے بزرگوں کی قد آوری کی بیساکھیوں سے ''بڑا'' دکھائی دینے کی بھرپور کوشش کرتے ہیں مگر بنتے نہیں، بلکہ زینہ زینہ وقت کی تہہ میں اُتر جاتے ہیں۔

برصغیر پاک و ہند کے نامور لوگوں کو دیکھ لیں تو پتا چلتا ہے کہ امام الہند ابوالکلام آزاد کے بعد اُن کے خاندان سے پھر کوئی قد آور اور سربلند نام جنم نہ لے سکا۔ اُن کے معنوی شاگرد آغا شورش کاشمیری کو لیجیے، اُن کی اولاد کا پتا ہی نہیں چلتا۔ سید ابوالاعلیٰ مودودی کی اولاد بھی علمی و ادبی حوالے سے کسی شمار میں نہیں۔ علامہ عنایت اللہ مشرقی کے ساتھ بھی یہی حادثہ ہوا۔ مفکرِ احرار چودھری افضل حق کے ایک فرزند کے ساتھ پروفیسر کا لاحقہ تو لگا لیکن پھر سابقے کا پتا ہی نہیں چلا۔ اللہ نے اپنی کریمی سے سید عطاء اللہ شاہ بخاری کو فی الوقت استثنا کر دیا ہے۔ اُن کے بیٹے سید ابوذر بخاری علم و ادب کی جوئے کوہسار تھے، اگرچہ وہ اُس طرح سے معروف نہ ہوئے جیسا مقام شاہ جی کو ملا۔

لیکن خطابت و سیادت میں وہ شاہ جی کے وارث ثابت ہوئے۔ اب اِسی خاندان سے سید ذوالکفل بخاری نے جنم لیا جو میرے ہم عمر تو نہ تھے لیکن وہ تو ہم عصروں سے بھی آگے نکل گئے۔ سید ذوالکفل بخاری کے بڑے بھائی سید محمد کفیل بخاری ہمارے زمانۂ طالب علمی کے ساتھی ہیں، لیکن اُن سے زیادہ ہمارا ساتھ ذوالکفل بخاری سے تھا۔ ایک ہمہ جہت نوجوان شخصیت جو نِرا مولوی نہیں تھا، بلکہ اس کے اندر علم و ادب کا ایک دریا بہہ رہا تھا۔ مجھے اُن سے ادبی حوالے سے زیادہ لگاؤ ہے۔ نئی نسل کے قلم کار ٹھوس مطالعے کے عادی نہیں، سطحی علم دو تین ملاقاتوں کے بعد واضح نظر آتا ہے۔ لیکن یہ سیدزادہ کم آمیز اور کم سخن ضرور تھا، مگر جب گفتگو کرتا تھا تو یقین ہوتا تھا کہ وہ کثیر الجہت، وسیع المطالعہ اور ٹھوس علمی گرفت رکھتے ہوئے موضوع کی گہرائی اور گیرائی سے بات کو سند اور جواز عطا کرتا ہے۔ وہ صالح فکر کا ایک ایسا نوجوان تھا جس نے ادب کو اباحیت اور ژولیدہ فکری سے نجات دلانے کی بھرپور کوشش کی۔ کم لکھا لیکن جو لکھا، خوب لکھا۔ بلکہ لکھنے کا حق ادا کر دیا۔ قضا و قدر نے زیادہ لکھنے کا وقت ہی نہیں دیا ورنہ بڑے بڑوں کے چراغ گل ہو جاتے۔ الفاظ کا در و بست برموقع، برمحل اور برجستہ، گویا موتیوں کی مالا تیار کر دی ہو۔ نئی نسل کے قلم کاروں کو اسلام دوستی سے جوڑا اور اس لحاظ سے اسلامی ادب کو ثروت مند بنانے کے لیے بند راستوں کو کھولا۔

موت امرِ ربی ہے اور ہر موت کا دکھ کچھ اپنی جگہ پر ہوتا ہے لیکن سید ذوالکفل بخاری کی موت ادبی حلقوں کے لیے ایک المیے سے کم نہیں۔ اس نے موت کے لیے بھی ایک ایسے راستے کو چُنا جس نے اُسے دنیا میں بھی سربلندی کا راستہ دکھایا۔ وہ ہم سے بچھڑ گیا ہے لیکن اس کے بچھڑنے کا غم نوکِ سوزن کی طرح ہمیشہ میٹھا میٹھا درد دیتا رہے گا۔ خاندانِ بنو ہاشم کا یہ چراغ بظاہر بجھ گیا ہے مگر مجھے یقین ہے کہ اس کی لَو سے کوئی اور چراغ ضرور روشن ہوگا جو لالۂ صحرائی بن کر ادبی دنیا کو بھی گل و گلزار بنا دے گا۔

خیالِ یار ترے سلسلے نشوں کی رُتیں　　جمالِ یار تری نکہتیں گلاب کے پھول
کٹی ہے عمر بہاروں کے سوگ میں امجدؔ　　تری لحد پہ کِھلیں جاوداں گلاب کے پھول

☆ پرنسپل گورنمنٹ کالج مخدوم رشید (ملتان)

© rasailojaraid.com